قادیانیت (احمدیت)

ایک مختصر تعارف

ارشد سراج الدین

قندیل

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

©: 2009ء پورب اکادمی

طبع اوّل: جولائی 2009ء
ناشر: قندیل، لاہور۔۔اسلام آباد
فون نمبر: 051 -5819410. 0301 - 559 58 61
ای میل: qandeelbooks@gmailcom

قادیانیت کی مختصر تاریخ

قادیانیت کا مذہب ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں بیسویں صدی کے آغاز میں پیدا ہوا۔ اس کے بانی مرزا صاحب اپنے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''میرا نام غلام احمد، والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطاء محمد اور میرے پردادا کا نام گل محمد تھا...... ہماری قوم مغل برلاس ہے...... میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔''

(کتاب البریہ، ص ۱۳۴)

> ''میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربارِ گورنری میں کرسی نشین بھی تھے اور سرکار انگریزی کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جوان جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ گورنمنٹ عالیہ کی مدد دی تھی۔''

(تحفہ قیصریہ، ص ۱۶)

مرزا صاحب نے اپنے گھر ہی پر متوسطات تک تعلیم پائی۔ انہوں نے مولوی فضل الٰہی، مولوی فضل احمد اور مولوی گل علی شاہ صاحب سے نحو اور منطق کی کتابیں پڑھیں۔ طب کی کتابیں اپنے والد صاحب سے پڑھیں جو ایک حاذق طبیب تھے۔ مرزا صاحب ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں بطور اہلمد ملازم رہے۔ دورانِ ملازمت انہوں نے انگریزی

کی بھی ایک دو کتابیں پڑھیں۔ اسی زمانہ میں انہوں نے مختاری کا امتحان دیا لیکن اس میں کامیاب نہ ہو سکے اور ملازمت سے استعفیٰ دے کر واپس قادیان آ گئے۔ قادیان میں ان کا زیادہ وقت زمینداری اور مذہبی کتابوں کے مطالعے میں گزرتا۔ (حاشیہ کتاب ابریہ، ص ۱۵۵)

مرزا صاحب کی علمی زندگی کا آغاز ۱۸۸۰ء میں ہوا، جب انہوں نے اپنی پہلی تصنیف ''براہین احمدیہ'' کی جلد اوّل شائع کی۔ ''براہینِ احمدیہ'' کی تصنیف ۱۸۷۹ء سے شروع ہوتی ہے۔ مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ وہ بیک وقت عیسائیت، سناتن دھرم، آریہ سماج اور برہمو سماج کی تردید اور اسلام کی صداقت میں ۳۰۰ دلائل پیش کریں گے۔ اس کتاب کی اشاعت کے لیے مرزا صاحب نے مسلمانوں سے مالی مدد کی اپیل کی۔ انہوں نے کہا کہ یہ کتاب بڑی جامع ہو گی اور پچاس حصوں پر مشتمل ہو گی۔ لیکن چوتھے ہی حصے پر کتاب کا سلسلہ رک گیا، پانچواں حصہ کتاب شروع کرنے کے پورے ۲۵ سال بعد ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا۔ اس دوران بہت سے لوگ، جو پوری کتاب (۵۰ حصوں پر مشتمل) کی قیمت داخل کرا چکے تھے، فوت ہو چکے تھے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> ''پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفاء کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطے کا فرق ہے، اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔''

(دیباچہ براہینِ احمدیہ، حصہ پنجم، ص ۷)

اس قسم کی ''نکتہ سنجیاں'' مرزا صاحب کی تمام تعلیمات میں موجود ہیں۔

براہینِ احمدیہ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ کتاب نادر علمی تحقیقات کی بجائے کشف، الہامات، دعوؤں اور پیشین گوئیوں سے بھری ہوئی ہے۔ مصنف نے صاف صاف اپنی شخصیت کا اشتہار دیا ہے۔ کتاب کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ الہام کا سلسلہ نہ منقطع ہوا ہے نہ اس کو منقطع ہونا چاہیے۔ اس الہام کے بقاء اور تسلسل کے ثبوت میں وہ اپنے طویل الہامات نقل کرتے ہیں۔ یہ الہامات قرآن اور حدیث کے غیر مربوط ٹکڑوں پر مشتمل ہیں۔ جو مرزا صاحب کے اپنے جملے ہیں،

وہ ہندوستانی عربی کا نمونہ ہیں اور ان میں عربی قواعد کی بھی فاش غلطیاں ہیں۔ عربی کے علاوہ اس کتاب میں دو الہام انگریزی زبان میں بھی ہیں۔

۱۸۸۴ء تک مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے مامور اور عصرِ حاضر کے مجدّد ہیں اور ان کو حضرت مسیحؑ سے مماثلت حاصل ہے۔ (سیرۃ المہدی، جلد ۱، ص ۳۹)۔ وہ حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کے عجیب و غریب دعاوی میں ہمیں ایک تدریج نظر آتی ہے۔ یوں لگتا ہے کہ وہ اپنے آخری دعوے کے لیے پہلے زمین ہموار کرنا چاہتے ہیں۔

مرزا صاحب کے دعووں کی اگر تاریخی ترتیب قائم کی جائے تو انہیں تین مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ 1882ء سے 1890ء کے اختتام تک اس مرحلے میں مرزا صاحب نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا الہام یافتہ قرار دیتے ہوئے مجدد اور مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔

۲۔ 1891ء سے 1901ء تک اس مرحلے میں مرزا صاحب نے مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔

۳۔ 1901ء سے 1908ء تک (یعنی مرزا صاحب کی وفات تک) اس مرحلے میں آپ نے یہ نہ صرف نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا بلکہ بے شمار دعاوی کی بھر مار کر دی۔ یہ دعاوی باہم متناقض (Contradictors) بھی دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کے ایک دعوے پر کوئی گرفت کی جائے تو جھٹ مرزا صاحب کا کوئی دوسرا قول پیش کر دیا جائے۔ مرزا صاحب کے دعاوی کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

۱۔ ’’میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث اور اللہ کا کلیم ہوں تا کہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں۔‘‘ (آئینہ کمالاتِ اسلام، ص ۳۸۳)

۲۔ ’’میں مہدی ہوں۔‘‘ (معیار الاخیار، ص ۱۱)

۳۔ ان لوگوں نے مجھ پر افترا کیا ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔‘‘

(حمامۃ البشریٰ)

۴۔ ’’ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔‘‘ (اخبار ’’بدر‘‘، ۵/مارچ ۱۸۸۷ء)

۵۔ ’’میں آدمؑ ہوں، میں نوحؑ ہوں، میں ابراہیمؑ ہوں، میں اسحاقؑ ہوں، میں یعقوبؑ ہوں، میں اسمٰعیلؑ ہوں، میں موسیٰؑ ہوں، میں داوٗدؑ ہوں، میں عیسیٰؑ ہوں، میں محمدؐ ہوں۔‘‘

(روحانی خزائن، جلد ۲۲، ص ۵۲۱)

۶۔ ’’میری آمد کی وجہ سے ہر نبی زندہ ہوگیا، ہر رسول میرے پیراہن میں چھپا ہے۔‘‘

(درثمین، فارسی، ص ۱۶۵)

۷۔ "میں زندہ علی ہوں" (الحکم قادیان: 10 نومبر 1905ء)

۸۔ "میں اس زمانے کا حسن و حسین ہوں" (فتح الاسلام ص 57)

۹۔ ’’اس زمانے میں خدا نے چاہا کہ جس قدر راست باز مقدس نبی گزر چکے ہیں، ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں، سو وہ میں ہوں۔‘‘

(براہینِ احمدیہ، حصہ پنجم، ص ۹۰)

۱۰۔ ’’خدا تعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا کہ جو کرشن آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تو ہی ہے، آریوں کا بادشاہ۔‘‘ (تتمۃ الوحی، ص ۸۵)

۱۱۔ "میں نے کشف میں دیکھا کہ میں نے دیکھا کہ میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں" (روحانی خزائن، جلد 13، ص 103)

مرزا صاحب کے یہ دعاوی ایک مرتب اسکیم کے ماتحت ہیں۔ انہوں نے مجدد سے نبی بننے کی منزلوں کو طے کرنے میں بڑے صبر و تحمل اور احتیاط سے کام لیا۔ وہ اس کا اطمینان کر لینا چاہتے تھے کہ کیا لوگوں کی عقیدت اور ان کا جذبۂ اطاعت اس درجے پر پہنچ گیا ہے کہ وہ ان کے دوسرے دعاوی کی طرح نبوت کے دعویٰ کو قبول کر لیں گے۔

پہلے انہوں نے اپنی نبوت کو ظلی، غیر تشریعی اور نبوتِ محمدی ہی کا عکس قرار دیا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ محض ایک روحانی مرتبے پر فائز ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں لیکن بعد ازاں انہوں نے

بعض اہم، قطعی اور متواتر احکامِ شریعت کو پوری قوت کے ساتھ منسوخ کرنا شروع کر دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسا صاحبِ شریعت اور صاحبِ امر و نہی نبی سمجھتے تھے جو قرآنی شریعت کو منسوخ کر سکتا ہے، چنانچہ جہاد جیسے قرآنی حکم کو انہوں نے منسوخ کرنے کا اعلان کیا۔

مرزا صاحب کے دعوائے نبوت کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مسلمان جو مرزا صاحب کو تسلیم نہ کریں، کافر بن جاتے ہیں۔

> "جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا، صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں ہے"۔ (انوار الاسلام ص 31، روحانی خزائن جلد 9)

> "جو شخص پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا، وہ خدا کے رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے"۔ (تبلیغ رسالت جلد 9، ص 27)

مرزا صاحب کے ''خلیفۂ دوم'' مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

> ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو، کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینہ صداقت، ص ۳۵)

> ''ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔''

(انوار خلافت، ص ۹۰)

مرزا صاحب کے دعاوی کی ایک اہم خصوصیت ان کا احساسِ برتری (Superiority Complex) ہے۔ ''اعجاز احمدی'' میں تو انہوں نے اپنے معجزات کو نبی کریم ﷺ کے معجزات پر ترجیح دینے کی کوشش کی ہے:

> ''اور اس کے لیے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لیے چاند و سورج دونوں کا، اب کیا تو انکار کرے گا؟'' (اعجاز احمدی، ص ۷۱)

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی زندگی عسرت و غربت کے ساتھ شروع کی تھی، زمینداری کا بڑا حصہ نکل چکا تھا، آمدنی کا کوئی اور ذریعہ نہ تھا، وہ خود اس دور کے متعلق لکھتے ہیں:

”مجھے صرف اپنے دستر خوان اور روٹی کی فکر تھی۔“

(نزول المسیح، طبع اوّل، ص ۱۱۸)

وہ پچیس (۲۵) برس سے گمنامی اور غربت کی زندگی گزار رہے تھے۔ یہ حالت اس وقت تک رہی کہ مرزا صاحب ایک مصنف اور اسلام کے وکیل کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے آئے۔ پھر انہوں نے ایک مبلّغ اور روحانی پیشوا کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، پھر انہوں نے مسیح موعود اور آخر میں مستقل پیغمبر کی حیثیت اختیار کی۔ اب ان کے حالات یکسر بدل چکے تھے۔ اب وہ ایک مذہبی گروہ (Religious Cult) کے روحانی پیشوا تھے۔ ہر طرف سے تحائف، نذرانوں اور پیشکشوں کا دریا امنڈ رہا تھا اور وہ ہزاروں آدمیوں کی روحانی عقیدت اور خلوص و محبت کا مرکز تھے۔ اس ساری صورتِ حال کا انجام یہ ہوا کہ قادیانیت کا مرکز قادیان اور تقسیمِ ہندوستان کے بعد ربوہ ایک اہم دینی ریاست بن گیا، جس میں مرزا صاحب کے خاندان کو امارت و ریاست کے وہ سب لوازم، ایک مذہبی آمر اور مطلق العنان فرمانروا کے سب اختیارات اور خوش باشی و عیش کوشی کے وہ سب مواقع مہیا ہیں، جو اس زمانے میں کسی بڑے سے بڑے انسان کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس دینی و روحانی مرکز کی اندرونی زندگی حسن بن صباح باطنی کے قلعۂ الموت کی یاد تازہ کرتی ہے جو پانچویں صدی ہجری میں مذہبی استبداد اور عیش و عشرت کا ایک پراسرار مرکز تھا۔

مرزا صاحب کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ اس وقت تک ان کی جماعت میں کوئی باہمی اختلاف نہیں تھا۔ ان کے بعد حکیم نور الدین ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ ان کی زندگی میں بھی کوئی اختلاف ابھر کر سامنے نہ آیا۔ ان کی وفات ۱۹۱۴ء میں ہوئی اور اس کے ساتھ ہی یہ جماعت دو شاخوں میں بٹ گئی۔ قادیانی شاخ کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود قرار پائے اور خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی نے لاہوری شاخ قائم کی۔ لاہوری جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتی بلکہ مسیح موعود، مہدی اور مجدد مانتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عقیدہ و مذہب کے اعتبار سے ان دونوں جماعتوں میں عملاً کوئی فرق نہیں ہے بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اور ان کے بعد ان کے خلیفۂ اوّل حکیم نور الدین کے انتقال تک لاہوری گروپ کے تمام ارکان مرزا غلام احمد قادیانی کو ”نبی“ اور ”رسول“ کہتے اور مانتے رہے۔ محمد علی لاہوری صاحب

عرصۂ دراز تک مشہور قادیانی رسالے ''ریویو آف ریلیجنز'' کے ایڈیٹر رہے اور اس عرصے میں انہوں نے بے شمار مضامین میں مرزا صاحب کی نبوت و رسالت کے قائل ہونے کا اعلان کیا۔ لاہوری جماعت کو اس وقت جماعت قادیان کے عقائد پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ جھگڑا صرف اس بات پر تھا کہ تمام اختیارات انجمن احمدیہ کو دیئے جائیں نہ کہ خلیفہ کو۔ لیکن مرزا بشیر الدین محمود نے اس تجویز کو منظور نہ کیا تو محمد علی لاہوری ان سے الگ ہو گئے اور اپنے سابقہ عقائد اور تحریروں سے رجوع اور توبہ کا اعلان کیے بغیر یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں بلکہ مسیح موعود، مہدی اور مجدّد مانتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ مؤقف ایک لفظی ہیر پھیر سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ وہ مرزا صاحب کو سچا اور واجب الاطاعت سمجھتے ہیں اور مرزا صاحب نے واضح الفاظ میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، لہٰذا قادیانی اور لاہوری گروہ کے عقائد کا اختلاف محض زبان (Language) اور الفاظ کا اختلاف ہے۔ معنی، مفہوم اور عملی نتائج کے لحاظ سے دونوں ایک گروہ ہیں۔

مرزا صاحب کا اسلوبِ بیان

مرزا صاحب کے ارشادات پانچ زبانوں میں ملتے ہیں۔ عربی، فارسی، اردو، انگریزی، پنجابی۔ پنجابی میں صرف ایک آدھ الہام ہے۔ عربی میں مرزا صاحب نے بہت کچھ لکھا ہے۔ خطبہ الہامیہ، سورۃ فاتحہ کی تفسیر، اعجاز المسیح اور چند دیگر قصائد و مقالات۔ چونکہ کسی غیر زبان پر پوری قدرت حاصل کرنا دشوار ہے اس لئے زبان و محاورے کی لغزشیں پائی جاتی ہیں۔ کہیں فعل و فاعل میں تطابق نہیں، کہیں ضمیر و مرجع میں ہم آہنگی نہیں اور کہیں پنجابی محاورات کو عربی میں منتقل کر دیا ہے۔ مرزا صاحب کے کلام میں حشو و زوائد بھی بے شمار ہیں۔ یہاں تک ان کے ہاں مہمل اور بے معنی جملوں کی بھی کمی نہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

> "اور ان (کامل لوگوں) کی روح کو خدا تعالیٰ کی روح کے ساتھ وفاداری کا ایک راز ہوتا ہے" (ازالہ ص 427)

> "تیری ذریت کو بڑھائے گا اور من بعد تیرے خاندان کو تجھ سے ہی ابتدا

قرار دیا جائے گا"۔ (ازالہ ص 634)

مرزا صاحب کے عربی الہامات کے مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ بے شمار جگہوں پر آیات قرآنی "نازل" ہوئیں اور بیسیوں جگہوں پر مقامات حریری و بدیعی کے جملے کے جملے اور شعرائے جاہلیت کے مصرعے مرزا صاحب پر اترے۔ جہاں انہوں نے خود لکھنا چاہا وہاں "ہندوستانی عربی" میں لکھا اور صرف ونحو کی فاش غلطیاں کیں۔ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار نہ سہی، کم از کم درست اور بامعنی نثر کی توقع کرنا تو ایک قاری کا حق ہے۔

اس سے بھی زیادہ تشویشناک بات مرزا صاحب کی گالی گلوچ اور لعن طعن سے بھرپور زبان ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

> " کل مسلمانوں نے مجھے قبول کیا اور میری دعوت کی تصدیق کر لی مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا (روحانی خزائن۔ جلد 5، ص 547-548)
>
> "بلا شبہ تمہارے دشمن بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بھی بڑھ گئیں ہیں"
> (روحانی خزائن، جلد 14، ص 53)
>
> "جو شخص ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے" (روحانی خزائن، جلد 9، ص 31)

یہ نازیبا الفاظ کس قسم کے شخص کے قلم سے نکل سکتے ہیں؟

ایک شریف اور مہذب انسان اس طرح کی بدزبانی کا مرتکب ہو ہی نہیں سکتا۔

مرزا صاحب نے للکار للکار کر علماء کو گالیاں دیں۔ ایک صاحب منشی الٰہی بخش نے مرزا صاحب کی تحریروں سے ان گالیوں کو ردیف وار جمع کیا۔ مرزا صاحب کی محبوب گالیاں تو بہت سی تھیں لیکن بڑی گالی یہ تھی کہ جو انہیں نہیں مانتا وہ زانیہ کی اولاد ہے۔ وہ تسلسل سے دوسروں کو حرامزادہ کہتے حتیٰ کہ بعض پمفلٹ صرف گالی تھے۔ نتیجتاً عیسائیوں اور آریوں کو پراپیگنڈہ کرنے کا موقع ملا کہ اسلام میں پیغمبروں کی زبان یہی رہی ہے۔

قادیانیت سیاسی نقطۂ نگاہ سے

مرزا صاحب اور ان کے دعوے محض ایک شخص کا ذاتی اور نجی معاملہ نہ ہے بلکہ ان کا ایک سیاسی اور بین الاقوامی (Global) پسِ منظر ہے۔ بین الاقوامی سیاست کا گہرا شعور ہی ہمیں مرزا صاحب اور ان کی تحریک کے خدوخال سمجھنے میں مدد دے سکتا ہے۔ مشرقی ممالک میں بالعموم اور اسلامی ممالک پر بالخصوص انگریزی غلبہ واستبداد کے تین پہلو ہیں۔

۱۔ سیاسی غلبہ (Political Domination)

۲۔ معاشی لوٹ کھسوٹ (Economic Exploitation)

۳۔ فکری اور تہذیبی یلغار (Cultural and Intellectural Imperialism)

ہندوستانی مسلمانوں کو سیاسی اور معاشی طور پر مغلوب کرنے کے بعد انگریزوں کے سامنے بڑا چیلنج اسلام کا فکر وفلسفہ تھا جو بڑا واضح تھا اور انگریزوں کے نوآبادیاتی نظام (Colonialism) کے خلاف مسلسل مزاحمت کے لئے دینی قوت فراہم کرتا تھا۔ انگریزوں کی پریشانی کا اندازہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر (W.W. Hunter) کی کتاب Our Indian Musalmans (ہمارے ہندوستانی مسلمان) سے ہوسکتا ہے۔ اس نے واضح طور پر لکھا ہے کہ اسلام کا تصورِ جہاد برطانوی سلطنت کے لئے مستقل خطرہ ہے۔

1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں نے مسلمانوں پر بے حد تشدد کیا لیکن جب انہیں اندازہ ہوا کہ تشدد کے ذریعے وہ اس جذبے کو ختم نہیں کر سکتے تو انہوں نے جہاد کے خلاف مباحث پیدا کر کے مسلمانوں پر فکری حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مرزا صاحب اپنے خاندانی پسِ منظر کی بنا پر اس کام کے لئے آئیڈیل تھے۔ چنانچہ مرزا صاحب زور وشور سے اپنا یہ کردار ادا کرنے لگے:

> "میں سولہ سال سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں
> کہ مسلمانانِ ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض ہے"

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم ص26)

> "۔۔۔ گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کہ کس طرح بار بار اس جماعت کو تاکیدیں

> کی گئی ہیں کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خیر خواہ اور مطیع رہیں"

(درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ، منجانب خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ 24 فروری 1898ء)

مرزا صاحب انگریز حکام سے مستقل رابطے میں رہے۔ انگریز حکام کے نام مرزا صاحب کی بہت سی خط و کتابت شائع ہو چکی ہے جس میں گورنمنٹ کی وفاداری اور اس کے کام میں مدد دینے کی خواہش ظاہر کی گئی ہے۔ انگریز حکام خود بھی قادیان آتے رہے چنانچہ فنانشل کمشنر سر جیمز ولسن (Sir James Wilson) نے 1908ء میں قادیان کا دورہ کیا۔ یہ بات بھی اہم ہے کہ مرزا صاحب کی حفاظت کے لئے ہندوستانی پولیس اہلکاروں پر اعتماد نہیں کیا جاتا تھا بلکہ مرزا صاحب نے جب بھی جلسہ کرنا ہوتا تھا انگریز پولیس اور جوان ان کی حفاظت کرتے۔ (بشیر الدین محمود "احمد یا آخری دنوں کا پیغمبر")

مرزا صاحب اور انگریزوں کا تعلق دراصل ایک Symbiotic Relationship تھا یعنی دونوں ایک دوسرے کی ضرورت تھے۔

> "سو اس نے مجھے بھیجا اور میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے زیرِ سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام، نصیحت اور وعظ کا ادا کر رہا ہوں"۔ (تحفہ قیصریہ ص 27)

مرزا صاحب کی جماعت انگریز کے بل بوتے پر ترقی کی منازل طے کرنے لگی۔ پہلی جنگ عظیم میں جب انگریزوں نے عراق کو فتح کر لیا تو جماعت احمدیہ نے قادیان میں چراغاں کیا۔ مرزا صاحب کے خلیفہ انگریزوں کو یوں دعائیں دیتے ہیں۔

> "ہماری تو دعا ہے کہ اس گورنمنٹ کو آسمانی گورنمنٹ ہر میدان میں کامیاب کرے اور بصرہ و بغداد تو کیا چیز ہے بلکہ ہماری تو دعا ہے کہ ساری دنیا میں اس کا راج قائم ہو جائے "(الفضل قادیان جلد 4، 6 مئی 1917ء)

دوسری طرف انگریزوں کو مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کی شکل میں اعلیٰ قسم کے جاسوس مل

گئے تھے۔ 1923ء میں روس نے محمد امین قادیانی نامی ایک شخص کو گرفتار کیا جو انگریزوں کے لئے جاسوسی کر رہا تھا۔ 1925ء میں افغانستان میں ملا عبدالحکیم اور ملا نور علی نامی دو قادیانیوں سے ایسی دستاویزات برآمد ہوئیں جن سے پتا چلتا تھا کہ وہ انگریز حکومت کے جاسوس ہیں اور افغانستان حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے ہیں۔ جاوا میں جاپانی حکومت نے 1942ء میں قادیانی جاسوسوں کو گرفتار کیا۔ قادیانی مبلغ عبدالواحد نے مرزا محمود کو 22 فروری 1946ء کو اس بارے میں بذریعہ خط اطلاع دی۔ (الفضل، قادیان، مارچ 1946ء)

اپنی جماعت کے قیام سے پہلے مرزا صاحب مالی لحاظ سے کمزور تھے وہ اپنی کتابیں شائع کرنے کے لئے عوام الناس سے چندے کی پرزور اپیلیں کیا کرتے تھے لیکن کچھ ہی عرصے میں ان کے اپنے بقول، وہ دور دراز کے اسلامی ممالک میں جہاد کے خلاف لٹریچر تقسیم کرانے لگے۔ مالی اور انتظامی طور پر اس لٹریچر کی تقسیم آخر کیسے ممکن ہوئی؟ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ برطانوی صیہونی ذرائع اس مواد کی تشہیر و اشاعت کے ذمہ دار تھے اور انٹیلی جنس کے اراکین اسے عرب دنیا میں پھیلاتے تھے۔ چنانچہ قادیانی جماعت کے سرکردہ راہنما اور پاکستان کے سابقہ وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان نے 17 دسمبر 1982ء روزنامہ جنگ لاہور کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا:

"جماعت احمدیہ کا اسرائیل میں اسرائیل کے قیام سے پہلے کا دفتر موجود ہے"۔

مرزا صاحب کے پوتے مرزا مبارک احمد نے اپنی کتاب Our Foreign Missions (ہمارے فارن مشنز) میں اقرار کیا ہے:

"The Ahmadiyya Mission in Israel is situated in Haifa at Mount Karmal. We have a mosque there, a Mission House, a library, a book depot, and a school. The Mission also brings out a monthly, entitled Al-Bushra which is sent out to thirty different countries acessible through the medium of Arabic. Many works of the Promised Massih have been translated into Arabic through this Mission"

(Our Foreign Missions by Mirza Mubarak Ahmad)

"اسرائیل میں احمدیہ مشن حیفا میں ماؤنٹ کرمل کے مقام پر واقع ہے۔ وہاں پر ہماری

مسجد، مشن ہاؤس، لائبریری اور سکول ہے۔ مشن البشریٰ کے نام سے ایک ماہنامہ بھی شائع کرتا ہے۔ جو عربی زبان میں 30 مختلف ممالک میں بھیجا جاتا ہے۔ اس مشن کے ذریعے سے مسیح موعود کی بہت سی تصانیف کو عربی زبان میں منتقل کر دیا گیا ہے" (آور فارن مشنز، مرزا مبارک احمد)

''یروشلم پوسٹ'' کے 22 نومبر 1985 کے شمارے میں ایک تصویر چھپی جس میں اسرائیل کے صدر کے سامنے دو افراد مؤدب بیٹھے ہیں۔ ایک کا نام شیخ شریف احمد امینی اور دوسرے کا شیخ محمد حمید ہے۔ شیخ امینی اپنے گروہ کے نئے سربراہ شیخ حمید کا اسرائیل کے صدر سے تعارف کروا رہے ہیں اور مرزائیوں کو اسرائیل میں جو آزادیاں حاصل ہیں ان پر اسرائیلی حکومت کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ یہ بڑی معنی خیز تصویر ہے۔ جن لوگوں کو اسرائیل کی اصلیت معلوم ہے اس کا اندازہ صرف وہی لوگ لگا سکتے ہیں کہ ایک ایسے گروہ کے ساتھ وہاں کی حکومت کے قریبی اور گہرے تعلقات کا مطلب کیا ہو سکتا ہے جس کے رخصت ہونے والے سربراہ کو اسرائیل کا صدر ذاتی طور پر الوداع کہے اور آنے والے کا خیر مقدم کرے۔

قادیانیت کے عملی نتائج، ایک تاریخی جائزہ

مرزا صاحب کے دعوائے نبوت پر اس طرح بھی غور کرنا ضروری ہے کہ انہوں نے عوام اور ملت اسلامیہ کے سامنے کیا لائحہ عمل رکھا، زمانے کے مسائل کے حل کے لئے کیا نئی آگہی بخشی اور سیرت و عمل کے اعتبار سے کیا بلند نمونہ چھوڑا؟ حقیقت پسندی (Realism) اور نتائجیت (Pragmatism) کی اس میزان پر پرکھنے کے لیے ہمیں انیسویں صدی کے عالم اسلام اور مسلم ہندوستان کی طرف پلٹنا ہوگا۔

انیسویں صدی کا سب سے بڑا واقعہ جسے کوئی مؤرخ نظر انداز نہیں کر سکتا، یورپ کا عالمِ اسلام اور ہندوستان پر قبضہ ہے۔ مغرب کے سیاسی تسلط اور مادی تہذیب نے جن اجتماعی مسائل کو جنم دیا تھا، انہیں صرف طاقتور ایمان، یقین، وسیع علم اور اعتماد و استقامت ہی سے حل کیا جا سکتا تھا۔ اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک طاقتور علمی و روحانی شخصیت کی ضرورت تھی جو عالمِ اسلام میں روحِ جہاد اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کر دے، جو اپنی ایمانی قوت اور علمی صلاحیت

سے دین میں ادنیٰ تحریف و ترمیم کیے بغیر اسلام کے ابدی پیغام اور روحِ عصر (Zeitgeist) کے درمیان ہم آہنگی پیدا کر سکے۔ دوسری طرف عالمِ اسلام مختلف دینی و اخلاقی کمزوریوں کا شکار تھا۔ بدعات اور مشرکانہ رسوم عام تھیں، توہمات کا دور دورہ تھا۔ یہ صورتِ حال ایک ایسے دینی مصلح (Reformer) اور داعی کا تقاضا کر رہی تھی جو ان جاہلانہ رسوم کا مقابلہ کرتا اور پوری وضاحت اور جرأت کے ساتھ توحید و سنت کی خالص دعوت کا نعرہ بلند کرتا۔ اس وقت عالمِ اسلام کی سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ انبیاءؑ کے طریقِ دعوت کے مطابق اس امت کو ایمان اور عملِ صالح کی دعوت دی جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت اور دین و دنیا میں فلاح و سعادت کا وعدہ فرمایا ہے۔

انیسویں صدی کے پنجاب میں جنم لینے والے اس "پیغمبر" کی تعلیمات اپنے دور کے انسان کی اجتماعی مشکلات اور ان کے حل سے مکمل بیگانہ نظر آتی ہیں۔ سیاسی، معاشی، سماجی اور فلسفیانہ سطح پر بنی نوع انسان عمومی طور پر اور ملتِ اسلامیہ خصوصی طور پر بہت سے مسائل کا شکار تھی۔ ان مسائل کا حل ہی مسلمانوں میں تجدید و اصلاح اور ایک معیاری فرد اور مثالی معاشرے کے قیام کا باعث بن سکتا تھا۔

ایک ایسے نازک وقت میں عالمِ اسلام کے نازک ترین مقام ہندوستان میں، جو ذہنی و سیاسی کشمکش کا خاص میدان بنا ہوا تھا، مرزا غلام احمد قادیانی اپنی دعوت اور تحریک کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ وہ عالمِ اسلام کے حقیقی مسائل و مشکلات اور وقت کے اصلاحی تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں، علم و قلم کی طاقت ایک ہی مسئلے پر مرکوز کر دیتے ہیں۔ وہ مسئلہ کیا ہے؟ ''وفاتِ مسیح اور مسیح موعود کا دعویٰ''۔ اس مسئلے سے جو کچھ وقت بچتا ہے، وہ جہاد کی تنسیخ اور حکومتِ وقت کی وفاداری کی نذر ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کی ۲۵ سالہ علمی زندگی اور جدوجہد کا مرکز یہی مسئلہ اور مخالفین سے اس سلسلہ کی معرکہ آرائی ہے۔ حیاتِ مسیح، نزولِ مسیح اور ان کے دعاوی سے پیدا ہونے والے مباحث نے مسلمانوں کے اجتماعی مسائل حل کرنے کی بجائے مسلم معاشرے میں ذہنی انتشار اور غیر ضروری مذہبی کشمکش شروع کر دی۔ وہ اگر کسی چیز میں کامیاب کہے جا سکتے ہیں تو صرف اس میں انہوں نے اپنے خاندان اور ورثاء کے لیے سر آغا خاں کے اسلاف کی طرح ایک مذہبی ریاست پیدا کر دی، جس کے اندر ان کو مادی عیش و عشرت

اور قوت حاصل ہے۔

قادیانیت، اسلامی نقطۂ نگاہ سے

اسلام کسی نسل اور ذات برادری کا نام نہیں ہے اور ہندو مذہب کی طرح کچھ معاشرتی رسوم یا کسی خاص طرزِ عبادت سے وابستگی کا نام بھی اسلام نہیں، جس میں عقیدہ کی کوئی اہمیت نہیں۔ ہندو مذہب سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ویدوں کو مقدس الہامی کتاب ماننے والے بھی ہندو ہیں اور اس کا انکار کرنے والے بھی ہندو۔ مورتی پوجا کرنے والے سناتن دھرمی بھی ہندو ہیں اور مورتی پوجا کا کھنڈن کرنے والے آریہ سماجی بھی ہندو۔ ایشور اور خدا کو ماننے والے بھی ہندو ہیں اور اس کے قطعی منکر بھی ہندو۔ جواہر لال نہرو اسی لیے کہا کرتا تھا کہ ہندو مذہب بھی عجیب ہے، اس سے کسی طرح پیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ میں خدا کو نہ مانوں جب بھی ہندو ہوں، کسی مذہب کو نہ مانوں جب بھی ہندو ہوں۔ الغرض اسلام اس طرح کا کوئی مذہب اور دھرم نہیں ہے بلکہ مسلمان ہونے کے لیے کچھ متعین عقائد اور ہدایات کا قبول کرنا اور ان کو برحق ماننا ضروری اور لازمی ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا، اگر چہ وہ پیغمبر کی اولاد ہو۔ اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی چیز کا منکر نہ ہو جس کے بارے میں ناقابل شک، یقینی اور قطعی طریقہ سے اور مسلسل تواتر سے ثابت اور معلوم ہو چکا ہو اور امت کے عوام تک کو معلوم ہو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم امت کو کردی ہے۔ خاص اصطلاح میں ایسی چیزوں کو "ضروریاتِ دین" کہا جاتا ہے مثلاً یہ بات کہ اللہ ہی وحدہٗ لاشریک معبود اور یہ کہ حضرت محمدؐ اس کے رسول ہیں اور قیامت و آخرت برحق ہے اور قرآن پاک اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب ہدایت ہے اور پانچ وقت کی نماز فرض ہے، کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کے بارے میں ہر وہ شخص جس کو اسلام اور رسول اللہؐ کے متعلق کچھ بھی علم ہے، یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ آپؐ نے ان باتوں کی امت کو تعلیم دی تھی۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے تو مسلمان ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ایسی کسی بات کا انکار نہ کرے، کیونکہ ایسی ایک بات کا انکار یا اس کے بالکل نئے معنی تراشنا بھی بلاشبہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ہدایت کا انکار ہے، جس کے بعد اسلام

سے رشتہ کٹ جاتا ہے۔

نئے معنی تراشنے کی مثال یوں سمجھیں کہ جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ میں لا الٰہ الا اللہ کو مانتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہی ہے لیکن لوگوں نے جانا نہیں، وہ میں خود ہوں، میں نے ظلی طور پر اب اس شکل وصورت میں ظہور کیا ہے۔

رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے جن باتوں کی تعلیم وہدایت ایسے یقینی اور قطعی طریقے سے مسلسل تواتر کے ساتھ ثابت ہے، جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نبوت کا سلسلہ آپؐ پر ختم کر دیا گیا، آپؐ کے بعد کسی بھی طرح کا کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ جس قطعی اور یقینی طریقے سے اور جس درجے کے تواتر کے ساتھ امت کو یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خدا کی وحدانیت، اپنی رسالت، قیامت وآخرت اور قرآن مجید کے کتابِ الٰہی ہونے اور پانچ نمازوں کی فرضیت اور خانہ کعبہ کے قبلہ ہونے کی تعلیم دی تھی، ویسے ہی قطعی اور یقینی طریقے سے اور اسی درجے کے تواتر کے ساتھ یہ بھی معلوم اور ثابت ہے کہ آپؐ نے اپنے آخری نبی ہونے اور آپؐ کے بعد کسی نبی کے مبعوث نہ ہونے کی بات پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ بتلائی تھی۔ اور اس طرح بتلائی تھی کہ اس سے زیادہ وضاحت وصراحت کا کوئی امکان نہیں۔ اسی لیے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد صدیقِ اکبرؓ کے زمانۂ خلافت سے لے کر ہمارے دور تک امت کا اس پر اجماع اور اتفاق رہا کہ جس طرح توحید ورسالت اور قیامت و آخرت اور قرآن کے کلام اللہ ہونے کا منکر مسلمان نہیں ہوسکتا، اسی طرح رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا اور اس کی دعوت کو قبول کرنے والا مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ پہلے مسلمان تھا تو اس کو دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد قرار دیا جائے گا۔

سچ تو یہ ہے کہ قرآن مجید کا تکمیلِ دین کا اعلان دراصل ختم نبوت ہی کا اعلان ہے:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ:۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کی تکمیل کر دی اور اپنی نعمت کا تم پر اتمام کر دیا اور

اسلام کو تمہارے لیے دین کے طور پر پسند کیا۔

اسی کے ساتھ حکمت خداوندی نے یہ بھی فیصلہ فرمایا کہ اس دین و شریعت کو، جو اپنے مکمل ہونے کی وجہ سے اب کبھی کسی ترمیم و اضافے کی محتاج نہ ہوگی، محفوظ کر دیا جائے اور ایسا انتظام فرما دیا جائے کہ یہ زندہ اور مستند خدائی دستور اور آسمانی منشور قیامت تک محفوظ رہے۔ اس فیصلے کا اعلان بھی کتاب مبین میں کر دیا گیا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ. (الحجر:۹)

ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اسی لیے حکمت خداوندی نے یہ فیصلہ فرمایا کہ کوئی نئی نبوت نہیں بھیجی جائے گی اور کوئی نیا نبی مبعوث نہ ہوگا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا.

(الاحزاب:۴۰)

لیکن محمد اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا پورا علم ہے۔

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ ’’خاتم النبیین‘‘ کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ آخری نبی ہیں، آپؐ کے بعد کسی کو منصبِ نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

> ’’بے شک امت نے بالاجماع اس لفظ (خاتم النبیین) سے یہ سمجھا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس لفظ میں کوئی تاویل و تخصیص نہیں، پس اس کا منکر یقیناً اجماع امت کا منکر ہے۔‘‘

(امام غزالی، الاقتصاد فی الاعتقاد، ص۱۲۳)

واضح رہے کہ اس مسئلہ کی بنیاد صرف یہ نہیں کہ قرآن مجید میں سورۃ الاحزاب میں رسول اللہؐ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے کہ لغوی کج بحثیوں کے ذریعے بے چارے ناواقفوں کے دلوں میں شک و شبہ پیدا کیا جائے بلکہ مسئلہ ختم نبوت اور انقطاع سلسلۂ رسالت سے متعلق رسول

کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاداتِ گرامی ہیں جن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور جو اس لفظ ''خاتم النبیین'' کی تشریح کرتے ہیں۔

- ☆ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے:
''میری اور دوسرے نبیوں کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے محل بنایا پس اس کو پورا کیا مگر صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ پس میں آیا اور میں نے اس اینٹ کو پورا کر دیا۔''
(مسند احمد، صحیح مسلم)
- ☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''مجھے چھ چیزوں میں انبیاء کرامؑ پر فضیلت دی گئی ہے۔'' اس کے آخر میں ہے، ''اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔''
(صحیح مسلم، جلد ا، ص ١٩٩)
- ☆ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت علیؓ سے فرمایا، ''تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارونؑ کو موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (صحیح بخاری، مسلم)
- ☆ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں۔'' (ابوداؤد، ترمذی)
- ☆ حضرت ابو قتیلہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمایا:
''میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔'' (کنز العمال)

یہاں صرف چند احادیث پر اکتفاء کیا گیا ہے ورنہ ختم نبوت کو واضح انداز میں بیان کرنے والی احادیثِ مبارکہ سینکڑوں ہیں۔

قرآن و حدیث سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ خاتمیت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے

اعلیٰ ترین شرف اور عظیم الشان اعزاز ہے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی شخص کا نبی بن کر آنا آپ کی سخت توہین ہے۔ علاوہ ازیں اگر آنحضرتؐ کے بعد کسی نبی کی آمد فرض کی جائے تو ظاہر ہے کہ اس پر ایمان لانا لازم ہوگا اور اس کا انکار کفر ہوگا ورنہ نبوت کے کیا معنی؟ اور یہ آنحضرتؐ کی ایک دوسرے انداز میں توہین و تنقیص ہے کہ ایک شخص آپؐ پر اور آپؐ کے پورے دین پر ایمان رکھنے کے باوجود کافر رہے اور ہمیشہ کے لیے دوزخ کا مستحق ہو جس کے معنی یہ ہوں گے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانا بھی (نعوذ باللہ) کفر سے بچانے اور دوزخ سے نجات دلانے کے لیے کافی نہیں ہے۔

قادیانیت پر ایک اور زاویئے سے بھی غور کیا جا سکتا ہے۔ ختم نبوت اگرچہ ہمارے ایمان کا بنیادی جزو ہے لیکن بفرضِ محال نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی اور انبیاء کا سلسلہ جاری ہوتا تب بھی مرزا غلام احمد قادیانی جیسے کسی شخص کے نبی ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس سلسلے میں چار بنیادی اصول پیشِ خدمت ہیں:

پہلا اصول

ہر سچے نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے سے پہلے سب انبیاءؑ کا احترام کرے اور دوسرے لوگوں کو بھی ان کے ادب و احترام کی تعلیم دے، کیونکہ ہر پیغمبر اللہ کا نائب اور اس کا نمائندہ ہوتا ہے۔ کسی پیغمبر کی اہانت اور ہتک کرنا کسی ادنیٰ درجے کے مؤمن کا بھی کام نہیں، لیکن مرزا قادیانی کو ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کے سچے اور جلیل القدر نبی سیدنا عیسیٰؑ کی شان میں بڑی غیر شریفانہ باتیں کہی اور لکھی ہیں:

> ’’مسیح (علیہ السّلام) کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیؤ، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بیں، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ، جلد ۳، ص ۲۱-۲۴)

> ’’مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ کے دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا

> اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے جسم کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا، مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصّے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔'' (دافع البلاء، ص ۴)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے حضرت مسیح بن مریمؑ پر چند تہمتیں رکھی ہیں اور ان کو قرآن پر اور اللہ تعالیٰ پر بھی تھوپا ہے۔ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی باتوں کی وجہ سے ان کو قرآن میں ''حصور'' نہیں کہا، کیونکہ حصور کے معنی ہیں، ''اپنی خواہشِ نفس کو روکنے والا''۔ حالانکہ اگر عیسیٰؑ کو قرآن پاک میں حصور نہ کہنے سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ معاذ اللہ یہ گندے قصے اس کا سبب ہیں تو پھر تمام جلیل القدر پیغمبروں؛ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور خود سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق بھی یہ ظالم یہی کہے گا، کیونکہ قرآن مجید میں ان حضرات کے لیے بھی حصور کا لفظ کہیں استعمال نہیں کیا گیا۔ یہ ہے اس شخص کی قرآن دانی کا نمونہ، جس کو اس کے امتی اس کا سب سے بڑا معجزہ کہتے ہیں۔ نبی کا مقام تو بہت بلند ہے، کسی شریف اور نیک آدمی کے متعلق بھی ایسی باتیں کرنا یقیناً اس کی سخت توہین ہے۔ اور جس شخص میں ایمان کا کوئی ذرّہ ہو وہ اللہ کے کسی پیغمبر کے متعلق یہ گفتگو کر ہی نہیں سکتا۔

قادیانی حضرات مرزا کے ان اقوال کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ یہ سب عیسائی پادریوں کے مقابلے میں الزامی طور پر لکھا گیا ہے لیکن یہ محض دھوکہ اور بناوٹ ہے۔ مذکورہ عبارت ان کی کتاب دافع البلاء سے لی گئی ہے جس کے مخاطب زیادہ تر علمائے اسلام ہیں۔ اس کے علاوہ جو فحش باتیں انہوں نے اس عبارت میں سیدنا عیسیٰؑ کی طرف منسوب کی ہیں، وہ تو ان کے نزدیک (معاذ اللہ) ایسے سچے اور واقعی قصے ہیں کہ اللہ نے انہی کی وجہ سے قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کو حصور کے خطاب سے محروم رکھا اور وہ قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کا نام حصور نہ رکھنے کو ان گندی تہمتوں کے ثبوت کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ پس اس کو پادریوں کے مقابلے کا صرف الزامی جواب کیسے کہا

جا سکتا ہے؟

انبیاء کی توہین کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود رسول کریمؐ، حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ کی شان میں بھی گستاخیاں کی ہیں۔ اور پھر اسوۂ رسول پر چلنے والے سچے اولیاء اللہ جیسے پیر مہر علی شاہؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، پیر جماعت علی شاہ کو بہت سخت گالیاں دی ہیں۔ ایک عام مسلمان کے لیے ان گستاخیوں کو سننا دشوار ہے جو نبوت کے اس دعوے دار کی زبان اور قلم سے نکلیں۔

دوسرا اصول

دوسری اصولی بات یہ ہے کہ اللہ کے سچے پیغمبر کے لیے یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنے دعوے کی سچائی اور اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لیے بھولے سے بھی کبھی جھوٹ بولے۔ مگر مرزا قادیانی اس معاملے میں بڑے بے باک ہیں اور بہت بے تکلفی اور دیدہ دلیری سے صاف صریح جھوٹ بول جاتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی ایک کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا، کیونکہ وہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے۔''

(اربعین نمبر ۳، ص ۹؛ خزائن، جلد ۱۷، ص ۳۹۴)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم اور مولانا محمد اسمٰعیل علی گڑھی مرحوم کے متعلق جھوٹ تراشا ہے۔ ان دونوں مرحوم بزرگوں کی ایسی کوئی کتاب روئے زمین پر موجود نہیں ہے اور کبھی شائع نہیں ہوئی، جس میں انہوں نے یہ بات لکھی ہو۔

ان کی کذب بیانی کی یہی ایک مثال نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جو شخص مرزا قادیانی کی کتابوں کو تحقیقی نظر سے دیکھے گا، وہ ان میں اس کی پچاسوں مثالیں پائے گا کہ وہ اپنی بڑائی اور سچائی ثابت کرنے کے لیے بالکل بے اصل، بے بنیاد اور خلافِ واقعہ باتیں بڑی دیدہ دلیری سے لکھ جاتے

ہیں۔ ایسا شخص پیغمبر تو کیا، ایک دیانت دار مصنف بھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوتیں، جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا، وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے لیے فتوے دیئے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائے گی اور اس کو دائرۂ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔''

(خزائن، جلد ۱۷، ص ۴۰۴)

جو لوگ قرآن اور احادیث کا علم رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ قرآن اور احادیث کے متعلق مرزا قادیانی کی یہ کیسی بے باکانہ غلط بیانی ہے۔

تیسرا اصول

مرزا غلام احمد قادیانی کی جانچ کے لیے تیسرا اصول ان کی وہ پیشین گوئیاں ہیں جن کو انہوں نے خود اپنے جھوٹے یا سچے ہونے کا خاص نشان اور معیار قرار دیا اور بڑے دعوے سے کہا کہ اگر یہ پوری نہ ہوں تو میں جھوٹا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس قسم کی زیادہ تر پیشین گوئیوں کو غلط ثابت کر کے ان کا جھوٹا اور کذاب ہونا ثابت کر دیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے، ورنہ بہت سی پیشین گوئیاں رمل، جفر اور جوتش سے واقفیت رکھنے والے پنڈتوں کی پوری ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اگر بالفرض مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئیاں سو فیصدی بالکل ٹھیک پوری ہو جاتیں، تب بھی ہم ان کو اس قسم کا استدراج سمجھتے جیسا کہ حدیثوں میں دجّال کے متعلق آتا ہے کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اور بارش برسا کے اور مردے کو زندہ کر کے دکھائے گا اور اس کے باوجود دجّال ہوگا۔

بہر حال ہمارا یہ ایمان ہے کہ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النّبیین ہونے کا اعلان ہو جانے کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے، خواہ اس کے ہاتھ پر کیسے ہی کرشمے ظاہر ہوں اور خواہ اس کی پیشین گوئیاں سو فیصد پوری ہوں، پھر بھی وہ ہرگز سچا نبی

نہیں ہوسکتا بلکہ کذّاب اور دجّال ہے۔ اس لیے اگر بالفرض مرزا قادیانی کی یہ پیشین گوئیاں پوری بھی ہو جاتیں، جب بھی ہمارے ایمان اور عقیدے پر کوئی اثر نہ پڑتا، لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ان کی مرکزی پیشین گوئیوں کو غلط کر کے اپنے بہت سے کمزور بندوں کو اس آزمائش سے بچالیا۔ مرزا قادیانی کی چند پیشین گوئیاں اور ان کا انجام حسبِ ذیل ہے:

۱۔ مرزا قادیانی نے اپنی موت سے متعلق یہ پیشین گوئی کی کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ (تذکرہ، طبع سوم، ص ۵۹۱)

مکہ، مدینہ میں مرنا تو درکنار مرزا قادیانی کو مکہ یا مدینہ دیکھنے کی سعادت بھی نصیب نہ ہوئی۔

۲۔ پیر منظور احمد، مرزا قادیانی کا بڑا خاص مرید تھا، مرزا کو معلوم ہوا کہ اس کی بیوی حاملہ ہے تو مرزا نے ایک پیشین گوئی کر دی کہ اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کی پیشین گوئی کے الفاظ یہ ہیں:

> ”پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا، بہت جلد آنے والا ہے اور اس کے لیے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی محمدی بیگم کے لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس زلزلے کے لیے ایک نشان ہوگا، اس لیے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا۔“

(حقیقۃ الوحی حاشیہ در روحانی خزائن، جلد ۲۲، ص ۱۰۳)

مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ بجائے لڑکے کے لڑکی پیدا ہوئی، تو مرزا قادیانی نے یہ کہا کہ اس سے یہ تھوڑی مراد ہے کہ اسی حمل سے لڑکا پیدا ہوگا، آئندہ کبھی لڑکا پیدا ہوسکتا ہے۔ لیکن کچھ عرصے بعد وہ عورت ہی مرگئی۔ نہ اس عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور نہ وہ زلزلہ آیا۔

۳۔ محمدی بیگم سے نکاح کی پیشین گوئی مرزا صاحب کی سب سے مشہور پیشین گوئی ہے جس کو انہوں نے اپنی کتابوں میں اپنی صداقت کا خاص آسمانی نشان اور معیار قرار دیا تھا۔ محمدی بیگم مرزا قادیانی کے ماموں زاد بھائی مرزا احمد بیگ کی نوعمر لڑکی تھی۔ مرزا قادیانی نے اس

کو زبردستی نکاح میں لانے کا ارادہ کیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ایک زمین کے ہبہ نامہ کے سلسلے میں مرزا احمد بیگ کو مرزا قادیانی کے دستخط کی ضرورت پڑی۔ مرزا قادیانی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور احمد بیگ سے کہا کہ استخارہ کرنے کے بعد دستخط کروں گا۔ جب کچھ دنوں کے بعد دوبارہ احمد بیگ نے دستخط کرنے کی بات کی تو مرزا نے جواب دیا کہ دستخط اسی شرط پر ہوں گے کہ اپنی لڑکی محمدی بیگم کا نکاح میرے ساتھ کرو۔ مرزا صاحب دھمکی اور لالچ کے نفسیاتی حربے استعمال میں لاتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اس شخص یعنی احمد بیگ کی بڑی لڑکی کے نکاح کے لیے پیغام دے اور اس سے کہہ دے کہ پہلے وہ تمہیں اپنی دامادی میں قبول کرلے اور تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے، جس کے تم خواہش مند ہو بلکہ اس کے ساتھ اور زمین بھی دی جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کئے جائیں گے بشرطیکہ تم اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو۔ میرے اور تمہارے درمیان یہی عہد ہے، تم مان لو گے تو میں بھی تسلیم کرلوں گا۔ اگر تم قبول نہ کروگے تو خبردار رہو، مجھے خدا نے یہ بتلایا ہے کہ اگر کسی شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکے کے لیے یہ نکاح مبارک ہوگا اور نہ تمہارے لیے۔'' (آئینہ کمالات اسلام در خزائن، جلد ۵، ص۵۷۲)

مرزا قادیانی نے ان باتوں کو اپنے خطوط اور اپنی کتابوں اور اشتہاروں میں ایسے زور سے لکھا کہ احمد بیگ اگر کچا آدمی ہوتا تو ڈر کے نکاح کر ہی دیتا۔ لیکن اس نے اثر نہیں لیا اور وہ برابر انکار کرتا رہا۔ مرزا قادیانی طرح طرح سے کوششیں اور ہر قسم کی تدبیریں استعمال کرتے رہے، جن کی تفصیل بہت لمبی ہے اور بڑی عبرتناک اور شرمناک بھی ہے۔ مرزا قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ایک مدت تک اسی طرح چلتا رہا کہ مرزا قادیانی محمدی بیگم کے والد احمد بیگ کو رام کرنے کے جتن کرتے رہے، اس کو خطوط لکھتے رہے اور الہاموں کے حوالے سے اس کو

دھمکیاں بھی دیتے رہے مگر وہ انکار پر جما رہا۔ یہاں تک کہ ضلع لاہور کے رہنے والے ایک شخص سلطان محمد سے محمدی بیگم کی شادی کی بات چیت ہونے لگی۔ جب مرزا قادیانی کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس میں رکاوٹ ڈالنے کی عجیب و غریب تدبیریں اور بڑی بڑی کوششیں کیں۔ جب یہ تمام کوششیں بھی ناکام رہیں تو مرزا قادیانی نے حسب عادت خدا کے الہام کے حوالے سے پیشین گوئی شائع کر دی:

> ''خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشین گوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام کا ہے، اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصے تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا اور وہ جو نکاح کرے گا، وہ روزِ نکاح سے اڑھائی برس کے عرصے میں فوت ہو جائے گا اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔''

(مجموعۂ اشتہارات، جلد ۱، ص ۱۰۲، اشتہار ۱۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

بالآخر ۷ر اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم کا سلطان محمد سے نکاح ہو گیا لیکن مرزا قادیانی اس کے بعد بھی برابر اسی زور و شور سے یہ پیشین گوئی کرتے رہے کہ سلطان محمد مرے گا اور محمدی بیگم ضرور میرے نکاح میں آئے گی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم ہے کوئی اسے بدل نہیں سکتا۔

اب ذرا اس زاویئے سے بھی غور کیجیے کہ کیا کسی کی منکوحہ بیوی کے متعلق علی الاعلان اشتہارات چھاپنا کہ یہ میرے نکاح میں آئے گی، شرافت اور تہذیب کا جنازہ نہیں ہے۔ نبوت اور رسالت تو بہت ارفع و اعلیٰ مقامات ہیں، مرزا صاحب تو شرافت و تہذیب کی کسوٹی پر بھی پورے نہیں اترتے۔

مرزا قادیانی کے جن مخالفین نے محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے نہ ہونے اور سلطان محمد سے ہو جانے اور پھر اڑھائی سال میں سلطان محمد کے نہ مرنے پر فاتحانہ خوشیاں منائیں، ان کے متعلق مرزا صاحب کا غیض و غضب ملاحظہ ہو:

''سو چاہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی

> بد گوہی ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تو اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے۔ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے۔"

(خزائن، جلد ۱۱، ص ۳۳۷)

مرزا صاحب مئی ۱۹۰۸ء میں مر گئے اور ان پیشین گوئیوں کا حشر یہ ہوا کہ نہ سلطان محمد ان کے سامنے مرا اور نہ ہی محمدی بیگم ان کے نکاح میں آئی۔ سلطان محمد مرزا قادیانی کے تقریباً چالیس برس بعد تک زندہ رہا اور اس طویل مدت کا ہر دن مرزا قادیانی کے کاذب اور مفتری ہونے کی شہادت دنیا کے سامنے پیش کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کسی نبی اور کسی مامور کو اس طرح ذلیل نہیں کرتا، جس طرح کہ مرزا قادیانی اپنی پیشین گوئیوں میں ذلیل ہوئے۔ اگر کوئی بھی غیرت مند آدمی اتنا ذلیل ہوا ہوتا تو کسی کو منہ دکھانے کے لائق بھی اپنے آپ کو نہ سمجھتا، مگر اللہ کی شان ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود مرزا قادیانی کے دعوے بھی برابر جاری رہے اور ان کو نبی ماننے والے بھی ملتے رہے اور اب تک مل رہے ہیں، لیکن اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ ہندوستان میں بے شمار لوگ ہیں جو جانوروں کو پوجتے ہیں، دریاؤں کو پوجتے ہیں، پتھروں کی پرستش کرتے ہیں۔ اور صرف ان پڑھ اور گنوار ہی نہیں بلکہ ان چیزوں کی پرستش کرنے والوں میں اچھے اچھے گریجویٹ، سائنس دان اور پی ایچ ڈی بھی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی کے اصول کچھ اور ہیں۔

چوتھا اصول

کسی سچے نبی کو پرکھنے کے لیے چوتھا اصول یہ ہے کہ کسی پیغمبر سے ناممکن ہے کہ وہ اپنے وقت کی کسی ایسی حکومت اور طاقت کی چاپلوسی کرے جو کفر اور بے دینی کا ستون ہو اور جس کے عروج اور غلبے سے کفر اور بے دینی کا عروج ہوتا ہو اور دنیا میں دہریت، مادیت اور نفس پرستی بڑھتی ہو۔

انگریزوں نے نہایت مکاری اور عیاری سے ہندوستان پر سیاسی تسلط قائم کیا۔ انگریزوں اور ہندوستان پر حملہ آور ہونے والی پہلی اقوام میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ گزشتہ حملہ آور اقوام نے ہندوستان کو اپنا وطن بنالیا، وہ یہیں رہے اور یہیں دفن ہوئے اور ہندوستان کو پوری طرح Own کیا۔ لیکن انگریزوں نے ہندوستان کو کبھی اپنا وطن نہیں سمجھا بلکہ یہاں کی دولت کو یورپ منتقل کیا اور ہندوستان کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر اس کا معاشی استحصال کیا۔ پھر انگریز ایسی تہذیب کے علم بردار تھے جو معاشرے میں فساد، الحاد اور اخلاقی انتشار کا سر چشمہ تھی۔ وہ عملاً ان تمام اقدار (Values) کے منکر اور ان اخلاقی و دینی معیاروں سے منحرف تھے، جن پر اسلام کے اخلاقی و اجتماعی نظام کی بنیاد ہے۔ الغرض انگریزوں کی تاریخ مسلمانوں پر مظالم اور سیاسی جرائم سے داغ داغ ہے۔

تاریخِ انبیاءؑ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ظالموں اور مجرموں کے حریف اور مدِ مقابل رہے لیکن ہم مرزا صاحب کو دیکھتے ہیں کہ ان کا رویّہ اس معاملے میں بالکل دنیادار اور گھٹیا قسم کے حکومت پرستوں کا ہے۔ وہ ایسے کھلے لفظوں میں اس غاصب حکومت کی مدح و ثناء کرتے ہیں، جس کے لیے ایک صاحب ضمیر انسان تیار نہیں ہوسکتا۔ نہایت اختصار کے ساتھ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

> ”میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔“

(تریاق القلوب، ص ۱۵؛ روحانی خزائن، جلد ۱۵، ص ۱۵۵)

> ”گورنمنٹ کے احسانات ہمارے خاندان پر ہمارے والد مرزا غلام مرتضٰی صاحب کے وقت سے برابر ہوتے رہے ہیں اور اس لیے اس گورنمنٹ کی شکر گزاری میرے رگ و ریشے میں سمائی ہوئی ہے۔“

(شہادۃ القرآن، ص ۸۲؛ خزائن، جلد ۶، ص ۳۸۷)

> ''ہم اپنی معزز گورنمنٹ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم اس گورنمنٹ کے اسی طرح مخلص اور خیر خواہ ہیں، جس طرح ہمارے بزرگ تھے۔ ہمارے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا ہے۔ سو ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس گورنمنٹ کو ہر ایک شر سے محفوظ رکھے اور اس کے دشمن کو ذلت کے ساتھ پسپا کرے۔''

(خزائن، جلد ۶، ص ۳۸۰)

> ''یہ التماس ہے کہ سرکار دولتمدار (انگریز گورنمنٹ) ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربے سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے...... اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق و توجہ سے کام لے...... ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔''

(کتاب البریہ، ص ۳۵۰۔ روحانی خزائن، جلد ۱۳، ص ۳۵۰)

مرزا صاحب حکومتِ برطانیہ کا اقبال اور اس کی وسعت و استحکام دیکھ کر یقین رکھتے تھے کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کو کبھی زوال نہیں آئے گا۔ ان کے نزدیک اس سے وفاداری کا اظہار اور اس کی قسمت سے اپنی قسمت وابستہ کر دینا ایک بڑی سیاسی دور بینی اور اعلیٰ درجے کے تدبّر کی بات تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص دینی فراست اور سیاسی بصیرت دونوں سے محروم ہو، اس کا یہی فیصلہ اور اندازہ ہوگا۔

"میں تاجِ عزت عالی جناب حضرت مکرمہ معظّمہ قیصرہ ہند دام قبالہا کا واسطہ ڈالتا ہوں کہ ---" (کشف الغطاص 1)

مرزا صاحب نے اس غیر اسلامی اور انسانیت دشمن حکومت سے جس طرح اپنی نیاز مندی کا اظہار کیا ہے اور جس جوش کے ساتھ مسلمانوں کو محکومی اور غلامی کی زندگی کو نعمت سمجھنے کی تلقین کی ہے، وہ سرکار پرستوں اور کاسہ لیسوں سے تو مناسبت رکھتے ہیں مگر مقام نبوت سے بہت بعید ہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں ان چار بنیادی اصولوں کا ذکر کیا گیا، جن پر کسی بھی شخص کے دعوائے

نبوت کو پرکھا جا سکتا ہے۔ اس لیے اگر بالفرض نبوت ختم نہ بھی ہوئی ہوتی اور انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری ہوتا تب بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی ہونے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی ایسے آدمی کو نبی اور رسول بنا کر نہیں بھیج سکتا جو انسانی شرافت کے معیار سے بھی گرا ہوا ہو۔ ایسے آدمی پر ہرگز خدا کی وحی نہیں آسکتی، ہاں! ایسے لوگوں پر شیطانی وحی آیا کرتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> ''ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ شیطان کن لوگوں پر اترتے ہیں، وہ جھوٹ بولنے والوں پر اور افتراء پردازوں اور پاپیوں پر اترتے ہیں۔'' (سورۃ الشعراء)

بہر حال ہمارا اصل عقیدہ اور ایمان تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی لائی ہوئی ہدایت دنیا بھر کے لیے اور ہمیشہ کے لیے کفایت کرنے والی ہے اور اس بناء پر اب کسی شخص کے بھی نبی ہونے کا کوئی امکان نہیں اور جو شخص بھی اب نبوت کا دعویٰ کرے، ہم اس کو کاذب اور اللہ پر افتراء کرنے والا سمجھیں گے حتیٰ کہ اگر بالفرض سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسی پاک سیرت رکھنے والا کوئی بزرگ بھی نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے تو ہم اس کو بھی ایسا ہی سمجھیں گے۔ اصل عقیدہ تو یہ ہے لیکن اگر بالفرض نبوت کا سلسلہ جاری بھی ہوتا تب بھی مرزا قادیانی جیسے اخلاق و اوصاف رکھنے والے کسی آدمی کے لیے اس مقام اور منصب کا کوئی امکان نہ تھا۔

یہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے دعووں کے بارے میں غور و خوض کا اصولی طریقہ ہے لیکن قادیانی صاحبان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوا کرتی ہے کہ مرزا قادیانی کے متعلق گفتگو نہ ہو بلکہ حیات و ممات مسیح جیسے مسائل پر بات ہو تاکہ ناواقف لوگ یہ سمجھیں کہ مسلمانوں اور قادیانیوں میں اختلاف بس اسی نوعیت کا ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک مہدی کا ظہور ابھی باقی ہے اور ان کے یہاں وہ آچکے ہیں یا بعض آیتوں کے معنی مسلمان علماء کچھ اور بیان کرتے ہیں اور قادیانی کچھ اور۔ اس طرح سے وہ یہ تاثر قائم کرنا چاہتے ہیں کہ قادیانی بھی مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے اختلاف کی نوعیت دوسرے اسلامی فرقوں کے باہمی اختلاف سے بالکل مختلف ہے۔ قادیانی صاحبان ایک شخص کو نبی مانتے ہیں اور نبی کی طرح اس کی

ہر بات اور ہر مسئلہ پر ایمان لانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور جو شخص ان کو نہ مانے، اس کو کافر سمجھتے ہیں تو قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی اصل بنیاد کوئی باریک علمی مسئلہ نہیں ہے بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت اور ان کا دعویٰ نبوت ہے، جس کی جانچ پڑتال کے لیے چار بنیادی اصولوں پر بحث ہو چکی ہے۔

اصل مسئلہ سے توجہ ہٹانے کے لیے ایک مغالطہ مرزائیوں کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ جو علماء ہم پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں، وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے آئے ہیں، لہٰذا ان کے فتوؤں کا اعتبار اٹھ گیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ غیر محتاط علماء نے تکفیر کے فتوے لگائے ہیں لیکن یہ فتاویٰ اپنے اپنے مکاتبِ فکر کی مکمل نمائندگی نہیں کرتے، اس کی بجائے ہر مسلمان مکتبِ فکر میں محقق اور اعتدال پسند علماء نے ہمیشہ اس بے احتیاطی اور عجلت پسندی سے شدید اختلاف کیا ہے اور اختلافات کو اپنی حدود میں رکھا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والی عوام عملاً ایک دوسرے کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے سے شادی بیاہ بھی کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا تھا:

> ''مسلمانوں کے بے شمار فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا، جن مسائل پر سب فرقے متفق ہوں، اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کے فتوے دیتے ہوں۔''

(حرفِ اقبال، ص ۱۲۷)

یقیناً فروعات کے ذرا ذرا سے اختلافات پر تکفیر کر دینا ایک غلط حرکت ہے لیکن اسی طرح دین کی بنیادی حقیقتوں سے کھلے کھلے انحراف پر تکفیر نہ کرنا بھی سخت غلطی ہے۔ جو لوگ بعض علماء کی بے جا تکفیر بازی سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ ہر قسم کی تکفیر سرے سے ہی بے جا ہے انہیں سوچنا چاہیے کہ کیا ہر شخص ہر حال میں مسلمان ہی رہتا ہے؟ خواہ وہ خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے یا نبوت کا مدعی ہو یا اسلام کے بنیادی عقائد سے صریحاً منحرف ہو جائے؟

کفر اسلام کی ضد ہے اور اس کی تین قسمیں بالکل ظاہر ہیں۔ ایک کافر وہ ہے جو اعلانیہ کافر

ہو، ایک کافر وہ ہے جو اندر سے کافر ہو اور اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان کہے، اور ایک کافر وہ ہے جو اپنے کفر کو اسلام ثابت کرنے کی کوشش کرے۔ پہلی قسم کے کافر کو مطلق کافر کہتے ہیں، اس میں یہودی، عیسائی، ہندو وغیرہ سب داخل ہیں۔ دوسری قسم والے کو منافق کہتے ہیں اور تیسری قسم کو اصطلاحاً زندیق کہا جاتا ہے، یہ اپنے کفر کو اسلام کہتے ہیں، ہے خالص کفر لیکن یہ اس کو اسلام کے نام سے پیش کرتے ہیں اور دینِ محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم، جو عین اسلام ہے اور آپؐ سے متواتر اور مسلسل چلا آرہا ہے، اُسے یہ عین کفر کہتے ہیں۔ پس یہ کل تین ہوئے: ایک کھلا کافر، دوسرا منافق اور تیسرا زندیق۔ دنیا کے دوسرے کافر اپنے کفر پر اسلام کا Tag نہیں لگاتے اور لوگوں کے سامنے اپنے کفر کو اسلام کے نام سے پیش نہیں کرتے مگر قادیانی اپنے کفر پر اسلام کا لیبل لگاتے ہیں اور یوں ملتِ اسلامیہ میں انتشار پھیلانے کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ کیا زمزم کے عنوان سے کسی شخص کو شراب فروخت کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے؟

مزید استفادے کے لیے

1- قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ: پروفیسر الیاس برنیؒ
2- قادیانیت، ایک مطالعہ: مولانا ابوالحسن ندوی
3- تحریک احمدیت: بشیر احمد
4- ثبوت حاضر ہیں: محمد متین خالد
5- قادیانیت سے اسلام تک: محمد متین خالد
6- کادیانیت کا سیاسی تجزیہ: صاحبزادہ طارق محمود
7- Ahmadyya Movement: British-Jewish Connections: Bashir Ahmad

قادیانیت پر تفصیلی مطالعے کے لیے

www.endofprophethood.org